سخت اختلاف ہے۔ بقول علامہ المحقق شوکانی رحؒ، ان تکبیروں کی تعداد اور مقام کے متعلق علماء سلف کے دس اقوال ہیں (شوکانی ص۳۳۹، ج ۳) ہم ان میں سے صحیح تر اقوال لکھنے پر اکتفا کریں گے۔

**صحیح مسلک** یہ ہے کہ انتقال کی تکبیروں کے علاوہ کل بارہ تکبیریں کہنی چاہئیں سات پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے اور پانچ دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے۔ از روئے دلائل ہمارے نزدیک یہی مسلک راجح ہے، دلائل یہ ہیں:

۱۔ "عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کبر فی عید ثنتی عشرۃ تکبیرۃ، سبعاً فی الاولیٰ" (نیل الاوطار ص۳۳۸، ج ۳، باب عدد تکبیرات)

کہ زائد تکبیروں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل یہ ہے کہ آپ نے پہلی رکعت میں سات اور دوسری میں پانچ تکبیریں کہیں۔"

۲۔ "وفی روایۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم التکبیر فی الفطر سبع فی الاولیٰ وخمس فی الآخرۃ والقراءۃ بعدھما کلتیھما" (رواہ احمد وابن ماجۃ نیل الاوطار ص۳۳۸، ج ۳) "قال الحافظ فی التلخیص صححہ احمد وعلی بن المدینی والبخاری وقال العراقی اسنادہ صالح، عون المعبود ص۴۴۶ ج ۱)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عید الفطر میں بارہ تکبیریں ہیں۔ سات پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے اور پانچ دوسری رکعت سے پہلے۔"

۳۔ سنن دار القطنی میں اسی عبداللہ بن عمرو کی حدیث ہے:

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبر فی العیدین الاضحی والفطر ثنتی عشرۃ تکبیرۃ فی الاولیٰ سبعاً وفی الاخیرۃ خمساً سوی تکبیرۃ الاحرام قال شمس الحق فی المغنی حدیث عبداللہ بن عبد الرحمٰن الطائفی عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ" (اخرجہ ابوداؤد وابن ماجۃ قال الترمذی فی علله الکبیر قال البخاری حدیث الطائفی ایضاً صحیح والطائفی مقارب الحدیث۔ دار قطنی مع مغنی ص۱۸۱)

۴۔ مؤطا امام مالک اور مؤطا امام محمد میں ہے:

"عن نافع انہ قال شھدت الاضحیٰ والفطر مع ابی ھریرۃ فکبر فی الرکعۃ الاولیٰ سبع تکبیرات قبل القرأۃ وفی الآخرۃ خمس تکبیرات قبل القرأۃ"
(موطا امام مالکؒ)

نافع کہتے ہیں کہ میں نے دونوں عیدیں حضرت ابوہریرۃؓ کے ساتھ پڑھیں انہوں نے پہلی رکعت میں سات اور دوسری میں پانچ تکبیریں کہیں اور دونوں میں قرأت سے پہلے، یہ اثر حکماً مرفوع ہے:

"ھذا لایکون رایا الا توفیقا یجب التسلیم" (تعلیق المجد)

یہ اجتہادی بات نہیں ہو سکتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ضرور ہو گا۔ لہٰذا یہ واجب التسلیم ہے۔"

امام شوکانیؒ فرماتے ہیں:

قال العراقی وھو قول اکثر اھل العلم من الصحابۃ والتابعین والائمۃ قال وھو مروی عن عمر وعلی وابی ھریرۃ وابی سعید وجابر وابن عمر وابن عباس وابی ایوب زید بن ثابت وعائشۃ وھو قول الفقھاء السبعۃ من اھل المدینۃ وعمر بن عبد العزیز والزھری ومکحول وبہ یقول مالک والاوزاعی والشافعی واحمد واسحاق قال الشافعی والاوزاعی واسحاق وابوطالب وابوالعباس ان السبع فی الاولیٰ بعد تکبیرۃ الاحرام" (نیل الاوطار ص ۳۳۹ ج ۳)

"امام عراقی بارہ تکبیروں کے متعلق کہتے ہیں، صحابہ، تابعین اور ائمہ دین سے اکثر کا مذہب یہی ہے۔ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابوہریرۃؓ، ابوسعیدؓ، جابرؓ بن عبد اللہ، عبد اللہ بن عمرؓ، عبد اللہ بن عباسؓ، ابوایوبؓ، زید بن ثابتؓ اور حضرت عائشہؓ کا بھی یہی قول ہے، فقہاء سبعہ یعنی سعید بن مسیب عروۃ بن زبیر، قاسم بن محمد، ابوبکر بن عبد الرحمان، خارجہ بن زید، سالم بن عبد اللہ اور سلیمان بن یسار کا یہی مذہب ہے (یہ سب اہل مدینہ ہیں) اور یہی مذہب ہے عمر بن عبد العزیز، زہریؒ کا، اور اوزاعی، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ سب اسی کے قائل ہیں۔

## مسلک احناف:

امام محمدؒ حضرت نافع والی روایت ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"قد اختلف الناس فی التکبیر فی العیدین فما اخذت بہ فہو حسن وافضل ذالک عندنا ما روی عن ابن مسعود" (موطا امام محمد ص۱۳۱)

کہ "لوگوں کا عیدین کی تکبیروں میں اختلاف ہے جس پر تو عمل کرے اچھا ہے لیکن ہمارے نزدیک تو ۹ تکبیروں والی روایت جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے، افضل ہے"

## تکبیروں میں رفع یدین:

کسی مرفوع اور صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زوائد تکبیروں میں رفع یدین کرنا ثابت نہیں۔ عون المعبود میں ہے:

"واما رفع الیدین فی تکبیرات العیدین فلم یثبت فی حدیث صحیح مرفوع"

تاہم حضرت عبداللہ بن عمرؓ متبع سنت ہونے کے باوصف زوائد تکبیروں میں رفع یدین کیا کرتے تھے" (زاد المعاد ص۱۲۱، ج ۱)

## خطبہ نماز عید کے بعد:

نمازِ عید ادا کرنے کے بعد خطبہ پڑھنا چاہیئے:

"عن ابن عمرؓ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر وعمر یصلون العیدین قبل الخطبۃ، رواہ الجماعۃ الا ابا داؤد" (نیل الاوطار ص۳۲۳، ج۳)

کہ "آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمر فاروقؓ خطبہ سے پہلے نمازِ عید ادا فرمایا کرتے تھے"

## خطبہ:

امام مالکؒ فرماتے ہیں: "لا ینصرف حتی ینصرف الامام" (موطا امام مالک ص۱۶۹)

یعنی خطبہ سنے بغیر نہ جانا چاہیئے۔ (بقیہ بر ص۲)

مولانا عبدالستار فانی

# عصمتِ انبیاء علیہ السلام

(۴)

## فطری پاکیزگی:

انبیاء علیہم السلام کی فطرت اتنی پاکیزہ اور مطہرہ ہوتی ہے کہ ناہنجاری امت کی چھینٹیں بھی ان کے پاکیزہ اور پُر عصمت دامن پر اثر انداز ہوتی ہیں جیسا کہ قیامت کے دن "ترد امن" لوگ حضرت عیسیٰ کے پاس بغرض شفاعت آئیں گے اور شفاعت کرنے کے متعلق عرض کریں گے تو جناب عیسیٰ علیہ السلام یہ فرمائیں گے کہ میں ہرگز اس "کار" کے لائق نہیں ہوں کیونکہ میرے بعد میری قوم نے ذاتِ اقدس کے سوا مجھے معبود بنایا تھا اور "ابن اللہ" کہہ ڈالا اور "معبود حقیقی" کو فراموش کر دیا۔ حالانکہ اس مقام پر ان کی طرف سے معصیت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا مگر مقام معصیت اپنوں کی گنہ گاری سے منفعل و متاثر ہوگا۔ معمولی عقل و فراست والا انسان بھی سوچ سکتا ہے کہ جہاں دوسروں کی معصیت سے تاثر و انفعال کا یہ عالم ہو، وہاں بھلا خود اس کی معصیت کا تصور کیا جا سکتا ہے؟

## عہد ایزدی:

قرآنِ مقدس میں حضرت ابراہیم السلام کے متعلق یوں ارشاد ہے:

"واذ ابتلی ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن قال انی جاعلك للناس اماماً قال ومن ذریتی قال لاینال عھدی الظالمین ٥"

جب حضرت ابراہیم کو ان کے رب تعالیٰ نے آزمایا چند باتوں میں اور آپ

ان تمام باتوں میں پورے اترے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیم، میں تجھے لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں، حضرت ابراہیم نے عرض کی کہ اے پروردگار، کیا میری اولاد سے بھی یہی وعدہ ہے! فرمایا کہ "میرا وعدہ ظالموں کے متعلق نہیں"

آیاتِ ربانی سے ظاہر ہے کہ منصبِ امامت کے مصداق و مستحق وہ انبیاء علیہم السلام ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد دنیا میں تشریف لائے، اگر ایسے ولیوں کو یہ منصب مل سکتا تو یہ کیوں فرمایا کہ "میرا وعدہ ظالموں کے متعلق نہیں"۔ معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام اور عوام کالانعام میں فرق ہے اور وہ یہی ہے کہ عام لوگ معصیت میں مبتلا ہو جاتے ہیں لیکن منصبِ رسالت اور فریضہ امامت پر فائز ہونے والے نفوسِ قدسیہ اس سے محفوظ رہتے ہیں۔ بھلا جو خود بحرِ معصیت میں غوطہ زن ہو، وہ منصبِ امامت اور فریضۂ رسالت سے کیا خاک عہدہ برآ ہو گا!

## معیارِ انتخاب:

دامنِ رسالت کو داغِ معصیت سے داغدار کرنے یا ماننے والوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ عوام الناس بھی انتخاب میں کسی ایسے شخص کو منتخب کرتے ہیں جو ان کا پورا پورا حمایتی ہو اور جس کا ایک فیصد بھی ان کے خلاف جانے کا احتمال نہ ہو۔ لیکن چونکہ یہ لوگ انتہائی طور پر "قلیل العلم" اور عدیم الفہم ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ان لوگوں کو اپنی منتخب کردہ شخصیت کے ہاتھوں تباہ کن نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور شدید مصائب و آلام سے دوچار ہوتے ہیں۔ جیسا کہ آج ہمارے ملک کا حال ہے۔ لیکن پروردگارِ کائنات چونکہ عالم الغیب ہے اس لئے اس کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ دنیا میں اپنی خلافت کے لئے ایک ایسے شخص کا انتخاب کرے جس سے مخلوقِ خدا تنگ ہو۔ اسی وجہ سے اس نے اپنی رسالت کے لئے کسی قابل ترین شخصیت کا انتخاب اپنے ذمہ لے رکھا ہے اور اسے انسانوں کی قوتِ فکر و نظر پر موقوف نہیں رکھا۔ سفارتِ الٰہیہ کا کام اس قدر اہم اور نازک ہے کہ اس میں ذرا سی کوتاہی سے کارگاہِ رسالت اور کارخانۂ نبوت زیر و زبر ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ عرق ریز عہدہ اور زہرہ گداز منصب ان شخصیتوں کو عطا ہوا ہے جو منہاجِ اعتدال پر